ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

انسان کا حق تصرف انفرادی اور اجتماعی ملکیت کے تناظر میں

HUMAN RIGHTS IN THE CONTEXT OF INDIVIDUAL AND COLLECTIVE OWNERSHIP

Dr. Bushra Mujahid
Hazrat Ayesha Siddiqa Model Degree& Post Garduate college
Email hasdc-etpb@hotmail. com

ABSTRACT

"Many verses of the Holy Qur'an clearly recognize the right of individuals to own and dispose of property, including land, fields, gardens, houses, produce, riding and beasts of burden. , seagoing vessels, cash capital, and other items are owned by individuals. During the blessed era of the Holy Prophet (peace be upon him), people used to own all kinds of property and do all the lawful disposal of them. It was common practice to give cash capital to an entrepreneur on the principle of keeping it safe, investing it in a business, lending it, or sharing in the profits. The practice of keeping riding animals for personal use and driving these animals for hire was also a factor. Individuals used to own their residential houses. Cultivating the land, planting gardens and being considered the owners of their fields and gardens, these properties were bought and sold and distributed among their heirs after the death of the owner. The Prophet himself and Akbar Sahabah (RA) used to own all kinds of property, use it for personal use, or use it for business purposes. The Sunnah is the rate of the Qur'an and the true meaning of these verses in the light of the Sunnah is that individuals have the full right to own property, both consumables and the prevailing means of birth. The Holy Qur'an has declared trade as a legitimate practice, laid down detailed rules of inheritance and made it a crime to steal the property of others, all of which indicate that individual ownership is considered Muslim. The practice of individual ownership of consumables and means of birth was common even before the Prophet's mission. Even if there was no positive declaration of recognition of individual ownership in the Qur'an and Sunnah, it would have been considered according to the general rule of Sharia that Islam is giving a certificate of legitimacy by keeping silent on this custom has recognized and the Prophet (PBUH) has made this fact more clear through his numerous sayings

انسان کو کائنات کی تمام چیزیں جن پر اسے دسترس حاصل ہے، اسے تصرف میں لانے کا اختیار حاصل ہے۔ حق تصرف میں بنیادی شرط حلال اور جائز امور ہیں، ناجائز اور حرام امور میں انسان کو نہ صرف تصرف سے روک دیا گیا، بلکہ شدید وعید اور انذار کا اصول بھی متعین کر دیا۔ انسانی جان کے احترام کے تصور کے ساتھ اس کی بنیادی ضروریات کی تکمیل کا تصور وابستہ ہے، اسلام ہر انسان کا یہ حق تسلیم کرتا ہے کہ وہ اپنی ضروریات زندگی کے لیے جائز طریقہ سے سعی وجہد کر کے اپنا اور اپنے اہل وعیال کا گزر بسر کر سکے، اس کے لیے وہ خدا کی پوری زمین اور اس کے وسائل کو استعمال کر سکتا ہے۔ انسان کی بنیادی ضروریات میں غذا، لباس، مکان اور آرام وراحت کے لیے دیگر لوگوں کو بطور خادم رکھ سکتا ہے، بشرطیکہ وہ خادموں کے حقوق سے بخوبی واقف ہو۔ ان تمام جہات سے متعلق اسلام نے انتہائی ٹھوس موقف اختیار کیا ہے جس سے وسائل کا استعمال بھی ہو اور بنیادی انسانی حقوق بھی متاثر نہ ہوں۔ اس لیے کسی کے حقوق دوسرے سے فرائض ہیں، حقوق وفرائض کا یہ سلسلہ انسان کی تمام تر زندگی کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ زمین پر بسنے والے ہر فرد کا بنیادی حق ہے کہ وہ روئے زمین پر بکھری ہوئی نعمت اپنے تصرف میں لائے اور ان سے فائدہ اٹھانے کے لیے سعی کرے، قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

{ہُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاکِبِہَا وَکُلُوْا مِنْ رِزْقِہٖ وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ}[1].

"اللہ وہی ہے جس نے زمین کو تمہارے تابع کر دیا، سو تم اُس کے کندھوں پر سوار ہو کر چلو اور اُس کے دیئے ہوئے رزق میں سے کھاؤ، اور اُسی کے پاس زندہ ہو کر جانا ہے"۔

زمین کو فرش، راستوں کا انسانی تصرف کے لیے ہموار ہونا، آسمان سے پانی کا اترنا، ترکاریوں اور جانوروں سے متمتع ہونے جیسی نعمتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

---

[1] الملک، ٦٧: ١٥

{الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّ سَلَکَ لَکُمْ فِیْهَا سُبُلًا وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰی۔کُلُوْا وَ ارْعَوْا اَنْعَامَکُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰی}[1].

”جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا بنایا، اور تمہارے لیے اس میں راستے بنائے اور آسمان سے پانی اتارا، پھر ہم نے اُس کے ذریعے طرح طرح کی سبزیاں اگائیں۔ کھاؤ اور اپنے جانوروں کو چراؤ، بیشک اس میں اہلِ عقل کیلئے نشانیاں ہیں“۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَکُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْکُ فِیْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ۔ وَسَخَّرَ لَکُمْ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ}[2].

” اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لیے سمندر کو مسخر کر دیا، تاکہ اس میں اُس کے حکم سے کشتیاں چلیں، اور تاکہ تم اُس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر ادا کرو۔ اور اُس نے اپنی طرف سے وہ سب چیزیں تمہارے لیے مسخر کر دیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں، بیشک اِس میں اُن لوگوں کیلئے نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں“۔

انسان کی بنیادی ضروریات:

حلال غذا کو کھانے اور صاف ستھری زندگی گزارنا کسی بھی انسان کا بنیادی حق ہے، چاہے اس کے نظریات و تفکرات کسی نوعیت کے ہی کیوں نہ ہوں۔ البتہ اس سعی میں ناجائز امور سے اجتناب ضروری ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

{یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ کُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّهٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۔ اِنَّمَا یَاْمُرُکُمْ بِالسُّوْٓءِ وَ الْفَحْشَآءِ وَ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ}[3].

”اے لوگو! زمین میں جو حلال پاکیزہ چیزیں ہیں، اُن میں سے کھاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو، بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ وہ تو تمہیں برائی اور بے حیائی کا ہی حکم دے گا اور یہ کہ تم اللہ کے حوالے سے وہ باتیں کہو جو تم نہیں جانتے“۔

اسی طرح لباس کا حصول کسی بھی انسان کی بنیادی ضرورت ہے، اس لباس کو بھی نعمت کے طور بیان کیا گیا ہے:

{یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ وَ رِیْشًا وَ لِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِکَ خَیْرٌ ذٰلِکَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ یَذَّکَّرُوْنَ}[4].

”اے بنی آدم! ہم نے تم پر لباس اتارا ہے جو تمہاری ستر پوشی کرتا ہے اور باعثِ زینت ہے، اور تقویٰ کا لباس سب سے زیادہ بہتر ہے، یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے، تاکہ وہ غور و فکر کریں“۔

انسان کا حق تصرف:

انسان کے حق تصرف اور بنیادی ضرورتوں میں سے ایک بہت بڑی ضرورت مکان کا حصول ہے، جو اسے گرمی اور سردی سے بچائے، جو اس کے لیے محفوظ پناہ گاہ ہو، جو اسے ہر طرح کے دشمن کے خطرات سے محفوظ رکھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

{وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَکُمْ مِّنْ بُیُوْتِکُمْ سَکَنًا وَّ جَعَلَ لَکُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُیُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا یَوْمَ ظَعْنِکُمْ وَ یَوْمَ اِقَامَتِکُمْ وَ مِنْ اَصْوَافِهَا وَ اَوْبَارِهَا وَ اَشْعَارِهَاۤ اَثَاثًا وَّ مَتَاعًا

---

[1] طٰہٰ، ۲۰: ۵۳، ۵۴

[2] الجاثیہ، ۱۲:۴۵، ۱۳

[3] البقرۃ، ۲: ۱۶۸، ۱۶۹

[4] الأعراف، ۷: ۲۶

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

اِلٰی حِیْنٍ۔ؑ وَّاللّٰہ جَعَلَ لَکُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّ جَعَلَ لَکُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَکْنَانًا وَّ جَعَلَ لَکُمْ سَرَابِیْلَ تَقِیْکُمُ الْحَرَّ وَ سَرَابِیْلَ تَقِیْکُمْ بَاْسَکُمْ کَذٰلِکَ یُتِمُّ نِعْمَتَہٗ عَلَیْکُمْ لَعَلَّکُمْ تُسْلِمُوْنَ } ۔[1]

"اور اللہ نے تمہارے گھر تمہارے لئے سکونت کی جگہ بنا دیئے اور چوپایوں کی کھالوں سے تمہارے لئے خیمے بنائے، جو تمہارے لئے سفر اور دوران قیام ہلکے پھلکے رہتے ہیں، اور بھیڑوں کی اون، اونٹوں کی پشم اور بکریوں کے بالوں سے کتنے ہی سامان اور استعمال کی چیزیں ایک مقررہ وقت کیلئے بنائیں۔ اور اللہ نے تمہارے لئے اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں کے سائے بنائے، تمہارے لئے پہاڑوں میں چھپنے کی جگہیں بنائیں اور تمہارے لئے کرتے بنائے جو تمہیں گرمی سے بچاتے ہیں اور وہ کرتے جو میدانِ جنگ میں تمہیں بچاتے ہیں، اسی طرح اللہ تم پر اپنی نعمتیں تمام کرتا ہے، تاکہ تم فرمانبردار ہو جاؤ"۔

سیّد جلال الدین عمری مذکورہ آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں:

"ان آیات میں تین طرح کے مکانات کا ذکر ہے۔

۱۔ وہ ٹھکانے جو انسان پہاڑوں اور جنگلوں میں بناتا ہے، انسان نے تاریخ کے ابتدائی دور میں ممکن ہے اسے عام طور پر استعمال کیا ہو لیکن اب وہ زیادہ تر انہیں اپنی جنگی ضروریات کے لیے استعمال کرتا ہے، وقتی اور ہنگامی طور پر غیر جنگی مقاصد کے لیے بھی ان کی ضرورت پیش آسکتی ہے۔

۲۔ دوسرے مکانات وہ ہیں جو خیموں اور چھولداریوں کی شکل میں بنائے جاتے ہیں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ بہ آسانی منتقل ہو سکتے ہیں۔ جنہیں خانہ بدوش استعمال کرتے ہیں۔ تفریحات یا فوجی ضرورت کے لیے بھی ان کا استعمال ہو سکتا ہے۔

۳۔ مکانات کی تیسری قسم وہ ہے جن کے بارے میں قرآن نے 'سکنا' کا لفظ استعمال کیا ہے جن میں انسان مستقل رہائش اختیار کرتا ہے، جن سے اس کی رہائشی ضروریات پوری ہوتی ہیں اور جن میں وہ سکون اور راحت محسوس کرتا ہے، یہ تمدنی زندگی کا ایک لازمی جزء بھی ہے۔ ان مختلف قسم کے مکانات اور عام پوشاک اور جنگی لباس کے متعلق ان آیات میں دو باتیں کہی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ انسان کی ضروریات پوری کرتے ہیں۔ دوسری یہ کہ ان کی حیثیت اللہ تعالیٰ کی نعمت اور فضل واحسان کی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کے پاس مکان ہے تو اللہ کی ایک نعمت اسے حاصل ہے۔ اس پر اسے اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اگر کسی کے پاس مکان نہیں ہے تو اس کے لیے اس کا کوشش کرنا غلط نہ ہوگا، بلکہ ایک پسندیدہ عمل قرار پائے گا اس لیے کہ وہ ایک اللہ کی نعمت تلاش کرتا ہے اور اس لیے تلاش کرتا ہے تاکہ وہ اس معاملہ میں دوسروں کا محتاج نہ رہے۔ مکان ایک ضرورت ہے۔ اسلامی ریاست اپنے کارکنوں کی یہ ضرورت پوری کرے گی بلکہ اس کی کوشش ہوگی کہ ریاست کے سب ہی شہریوں کو اس کی سہولت حاصل ہو۔ اس میں وہ ممکنہ تعاون کرے گی۔ جن کے پاس مکان ہے اس پر ان کا حق ملکیت تسلیم کرے گی اور اس کی حفاظت کرے گی"۔[2]

اسلام نے سرمایہ دارانہ اور اشتراکیت کے برخلاف ہر چیز پر اصلی ملکیت کا حق رب ذوالجلال کو قرار دیا۔ عوام یا حکومت جس چیز کے مالک ہیں یہ بھی بطور امانت اسے تصرف میں لا سکتے ہیں۔ تمام قدرتی اشیاء معدنیات پر تمام انسانوں کا حق مساوی قرار دیا ہے۔ فرد اپنی محنت کی بنیاد پر عام استعمال کی چیزون کے جس قدر حصے کو بھی صرف کرے اپنے قبضے میں لے جس میں دوسرے کا استحصال نہ ہوا ہو، اسکا وہ مالک ہو جائے گا، محنت و قابلیت سے حاصل کیا گیا وہ سامان معیشت اس سے چھینا نہیں جا سکتا، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے بنجر زمینوں کے بارے میں ارشاد فرمایا:

"مَنْ أَعْمَرَ أَرْضًا لَيْسَتْ لِأَحَدٍ فَهُوَ أَحَقُّ "۔[3]

"جس شخص نے کوئی بنجر زمین قابل کاشت بنالی وہی اس کا مالک ہے"۔

[1] النحل، ۱۶: ۸۰، ۸۱

[2] عمری، سیّد جلال الدین، "اسلام انسانی حقوق کا پاسباں"، مکتبہ اسلامی، نئی دہلی۔ انڈیا، ص: ۶۶، ۶۷

[3] بخاری، "الجامع الصحيح"، كتاب المزارعة، بَابُ مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَوَاتًا

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

مردہ اور دور افتادہ زمینوں کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے اس قدیم اصول کی تجدید فرمائی جس سے دنیا میں زمین کی ملکیت کا آغاز ہوا ہے۔انسان کی پیدائش کے وقت یہ اصول تھا کہ جو آدمی جہاں رہ رہا ہے وہ اسی کی ہے اور جس زمین کو اس نے کارآمد بنالیا ہے اس کا حقدار بھی وہی زیادہ ہے، یہی قانون مالکانہ حقوق کی بنیاد ہے۔

انفرادی ملکیت کے حقوق:

قرآن مجید کے کئی ایک مقامات اس بات کی بھرپور نشاندہی کرتے ہیں، جن سے ایک آدمی مالکانہ حقوق کا حامل ہو سکتا ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

{اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَـهُـمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا فَهُـمْ لَـهَا مٰلِكُوْنَ}۔[1]

"کیا اُنہوں نے دیکھا نہیں کہ ہم نے اُن کیلئے اپنے دستِ قدرت سے چوپائے پیدا کیے، سو وہ اُن کے مالک ہیں"۔

{اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِى الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَـهَا وَ كَانَ وَرَآءَهُـمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا ۔ وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُـمَا طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ۔ فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَـهُـمَا رَبُّهُـمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّ اَقْرَبَ رُحْمًا ۔ وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِى الْمَدِيْنَةِ وَ كَانَ تَحْتَهٝ كَنْزٌ لَّـهُـمَا وَ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَ يَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ}۔[2]

"جہاں تک تعلق ہے کشتی کا تو وہ چند مسکینوں کی تھی جو سمندر میں محنت مزدوری کرتے تھے، سو میں نے چاہا کہ اُن کی کشتی کو عیب دار کردوں کہ اُن کے پیچھے ایک بادشاہ تھا جو ہر کشتی کو ناحق چھین لیتا تھا۔اور باقی رہا وہ لڑکا تو اُس کے والدین مؤمن تھے، ہمیں اندیشہ ہوا کہ یہ لڑکا بڑا ہو کر اُنہیں سرکشی اور کفر میں مبتلا کردے گا۔ سو ہم نے چاہا کہ اُنہیں اُن کا رب پاکیزگی میں اُس سے بڑھ کر اور مہربانی کرنے میں اُس سے قریب تر اولاد بدلے میں عطا فرمائے۔اور باقی رہی وہ دیوار تو وہ شہر کے دو یتیم بچوں کی تھی، اور اُس کے نیچے اُن دونوں کا خزانہ تھا، اور اُن کا باپ نیک آدمی تھا، اس لیے آپ کے رب نے چاہا کہ یہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنا خزانہ نکالیں، یہ آپ کے رب کی رحمت ہے"۔

مذکورہ آیات نہ صرف حق ملکیت کو اجاگر کررہی ہیں، انہیں تسلیم کررہی ہیں بلکہ ملکیت کے جائز اصول کا مطالبہ اور جواز بھی فراہم کررہی ہیں۔

ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی حق ملکیت سے متعلق لکھتے ہیں:

"قرآن مجید کی بہت سی آیات واضح الفاظ میں افراد کے لیے املاک رکھنے اور ان پر تصرف کرنے کا حق تسلیم کرتی ہیں، ان آیات میں زمین، کھیت، باغ، گھر، زمین سے حاصل ہونے والی پیداوار، سواری اور باربرداری کے جانور، سمندر میں چلنے والے جہاز، نقد سرمایہ، اور دوسری اشیاء کی ملکیت افراد کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں افراد ہر قسم کی املاک رکھتے اور ان پر تمام جائز تصرفات کرتے تھے۔ نقد سرمایہ کے محفوظ رکھنے، اسے کاروبار میں لگانے، قرض دینے، یا نفع میں شرکت کے اصول پر کسی کاروباری کو دینے کا عام رواج تھا۔ ذاتی استعمال کے لیے سواری کے جانور رکھنے اور ان جانوروں کو کرایہ پر چلانے کا رواج بھی عام تھا۔افراد اپنے رہائشی مکانات کے مالک ہوتے تھے۔ زمین پر کاشت کرتے، باغ لگاتے اور اپنے کھیتوں اور باغات کے مالک سمجھے جاتے تھے، ان املاک کی خرید وفروخت ہوتی تھی اور مالک کے مرنے کے بعد یہ اُن کے ورثاء کے درمیان تقسیم کی جاتی تھیں۔ خود نبی کریم ﷺ اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم ہر طرح کی املاک رکھتے، ان کو ذاتی استعمال میں لاتے، یا کاروباری اغراض کے لیے استعمال کرتے تھے۔ سنت قرآن کی شرح ہے اور سنت کی روشنی میں ان آیات کا صحیح مفہوم یہی ہے کہ افراد کو اشیائِ صرف اور مروجہ ذرائع پیدائش دونوں طرح کی املاک رکھنے کا پورا پورا حق حاصل ہے...

قرآن کریم نے تجارت کو ایک جائز عمل قرار دیا ہے، وراثت کے تفصیلی ضابطے مقرر کیے ہیں اور دوسرے کے مملوکہ مال کو چرانے کو جرم قرار دیا ہے، یہ سارے امور انفرادی ملکیت کو مسلم ماننے پر دلالت کرتے ہیں۔ اشیائِ استعمال اور ذرائع پیدائش کی انفرادی ملکیت کا رواج رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے بھی عام تھا۔ اگر قرآن وسنت میں انفرادی ملکیت کو تسلیم کرنے کا مثبت اعلان نہ

---

[1] یٰسٓ، ۷۱:۳۶

[2] الکہف، ۷۹:۱۸، ۸۲

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

بھی ملتا تو عام اصولِ شریعت کے مطابق ہی سمجھا جاتا کہ اسلام اس رواج پر خاموشی اختیار کرکے اسے سندِ جواز عطا کر رہا ہے، قرآن کریم نے صراحت کے ساتھ اس حق کو تسلیم کیا ہے اور نبی کریم ﷺ نے اپنے متعدد ارشادات کے ذریعہ اس حقیقت کو اور زیادہ واضح کر دیا ہے"۔[1]

مال و آبرو کو حرام قرار دیتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ، دَمُهُ، وَمَالُهُ، وَعِرْضُهُ"۔[2]

"ایک مسلمان کی ہر چیز دوسرے مسلمان کے لیے قابلِ احترام ہے، اس کا خون، اس کا مال اور اس کی آبرو"۔

مالک کو اپنے مال کی حفاظت کرنے کا حق ہے، وہ اس کے لیے اپنی جان کو بھی خطرہ میں ڈال سکتا ہے، حضرت عبداللہ بن عمر i سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ"۔[3]

"جو شخص اپنے مال کی حفاظت میں مارا گیا وہ شہید ہے"۔

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ:جَاء رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَقَالَ:يَا رَسُولَ اللهِ، أَرَأَيْتَ إِنْ جَاء رَجُلٌ يُرِيدُ أَخْذَ مَالِي؟ قَالَ: فَلَا تُعْطِهِ مَالَكَ قَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ قَاتَلَنِي؟ قَالَ:قَاتِلْهُ قَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ قَتَلَنِي؟ قَالَ: فَأَنْتَ شَهِيدٌ، قَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ قَتَلْتُهُ؟ قَالَ:هُوَ فِي النَّارِ"۔[4]

"ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول آپ کی کیا رائے ہے اگر میرے پاس کوئی آدمی میرا مال چھیننے کے ارادہ سے آئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تو تم اس کو اپنا مال نہ دو، اس نے کہا کہ اگر وہ مجھ سے لڑائی کرے تو آپ کا کیا خیال ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تم بھی اس سے لڑائی کرو، اس نے کہا کہ اگر وہ مجھے قتل کر دے تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا تو تم شہید ہوگے، اس نے کہا کہ اگر میں اس کو قتل کر دوں تو آپ ﷺ کی کیا رائے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ وہ جہنم میں جائے گا"۔

کسی فرد کی مملوکہ زمین پر زبردستی قبضہ کر لینے کو بدترین جرم قرار دے کر یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ پیدائشِ دولت کے بنیادی ذرائع بھی اس اصول سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔

"عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: مَنْ أَخَذَ مِنَ الْأَرْضِ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهِ خُسِفَ بِهِ يَوْمَ القِيَامَةِ إِلَى سَبْعِ أَرَضِينَ"۔[5]

سالم اپنے والد عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے بغیر حق کے تھوڑی سی زمین پر بھی قبضہ کر لیا اُسے قیامت کے دن ساتوں زمینوں تک دھنسا دیا جائے گا"۔

"مَنْ ظَلَمَ مِنَ الأَرْضِ شَيْئًا طُوِّقَهُ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ"۔[6]

"جس نے تھوڑی سی زمین پر بھی ظلماً قبضہ کر لیا اسے سات زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا"۔

ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی مذکورہ احادیث مبارکہ کے ضمن میں رقمطراز ہیں:

"قرآن مجید میں محمد ﷺ کے علاوہ متعدد دوسرے انبیاء علیہم السلام کی دعوت اور ان کی اصلاحی سرگرمیوں کا تفصیلی ذکر ملتا ہے، مگر ہمیں کہیں یہ نہیں نظر آتا کہ کسی نبی نے زمین یا دوسرے ذرائع پیدائش کی ذاتی ملکیت کی اصولی طور پر نفی کی ہو۔ قرنِ اوّل کے بعد جب قرآن و سنت کی روشنی میں اسلامی قوانین کی تفصیلی ترتیب و تدوین عمل میں آئی تو اس میں بھی اشیاء استعمال اور ذرائع پیدائش دونوں پر انفرادی ملکیت کا حق تسلیم کیا گیا۔ فقہ اسلام کے مختلف مکاتب میں کوئی ایسا اختلاف نہیں پایا جاتا جو ملکیت کے باب میں اشیاء استعمال اور ذرائع پیدائش کے اصولی تفریق کرتا ہو۔

---

[1] نجات اللہ صدیقی، ڈاکٹر محمد، "اسلام کا نظریہ ملکیت"، اسلامک پبلی کیشنز۔ لاہور، ج:۱، ص:۹۰

[2] مسلم، "الجامع الصحيح"، كتاب البرّ والصلة والآداب، بَابُ تَحْرِيمِ ظُلْمِ الْمُسْلِمِ، وَخَذْلِهِ، وَاحْتِقَارِهِ وَدَمِهِ، وَعِرْضِهِ، وَمَالِهِ

[3] بخارى، "الجامع الصحيح"، كتاب المظالم والغضب، بَابُ مَنْ قَاتَلَ دُونَ مَالِهِ

[4] مسلم، "الجامع الصحيح"، كتاب الايمان، بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مَنْ قَصَدَ أَخْذَ مَالِ غَيْرِهِ بِغَيْرِ حَقّ...

[5] بخارى، "الجامع الصحيح"، كتاب المظالم والغضب، بَابُ إِثْمِ مَنْ ظَلَمَ شَيْئًا مِنَ الأَرْضِ

[6] بخارى، "الجامع الصحيح"، كتاب المظالم والغضب، بَابُ إِثْمِ مَنْ ظَلَمَ شَيْئًا مِنَ الأَرْضِ

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

افراد کو ہر طرح کی املاک رکھنے اور ان پر تصرف کرنے کا مجاز گردانا گیا ہے۔البتہ ملکیت کا حصول اور اس پر تصرف ان حدود کے اندر رہتے ہوئے اور ان شرائط کی پابندی کرتے ہوئے ہونا چاہیے جو اسلام نے متعین کر دیے ہیں۔اجتماعی مصالح کے تحت اور اسلامی نظامِ زندگی کے مقاصد کی تکمیل کے لیے بعض حالات میں بعض املاک کو اجتماعی ملکیت قرار دینے کی گنجائش بھی رکھی گئی ہے۔اس اصول کا اطلاق اشیاء صرف اور ذرائع پیدائش دونوں پر ہوتا ہے یہاں صرف اس حقیقت پر زور دینا مقصود ہے کہ اسلام ایک عام اصول کے طور پر انفرادی ملکیت کی نفی نہیں کرتا۔اس باب میں اسلام کی راہ اشتراکیت سے بالکل جداگانہ ہے، کیونکہ اشتراکیت ایک عام اصول کے طور پر ذرائع پیداوار کی انفرادی ملکیت کی نفی کرتی ہے...

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مشینی دور میں ذرائع پیداوار کی نوعیت بالکل بدل گئی ہے اور اب پیداوار کی انفرادی ملکیت لازماً استحصال بے جا پر منتج ہوتی ہے۔نوعیت کی اس تبدیلی کے باوجود نزولِ قرآن کے دور میں بھی ذرائع پیداوار موجود تھے اور استحصال بے جا بھی ممکن تھا، مزدوروں سے طے شدہ اُجرت پر صنعتی یا زرعی خدمات لینے کا رواج عام تھا،اسی طرح مال خرید کر اسے منافع کے ساتھ فروخت کرنے، یعنی تجارت کا طریقہ بھی رائج تھا۔اگر اسلام کو یہ شکلیں اصولی طور پر ناپسند تھیں تو ان کی ممانعت لازم تھی، لیکن اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ استحصالِ بے جا کے سد باب کے لیے تجارت، کاروبار میں سرمایہ لگانے، مکان، زمین، جانور، کشتیوں وغیرہ کو کرایہ پر دینے اور اُجرت پر کام کرانے کو متعدد ضابطوں کا پابند بنایا،اس سے واضح طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگرچہ ذرائع پیدائش دولت کی انفرادی ملکیت سے استحصالِ بے جا کا امکان پیدا ہوتا ہے، مگر اس امکان کے سد باب کا اسلامی طریقہ ذاتی ملکیت کی نفی نہیں بلکہ کاروبار اور کاروباری معاہدوں کو اخلاقی حدود کا پابند بنانا ہے''۔[1]

حق ملکیت اور شخصی حقوق:

حق ملکیت اور شخصی حقوق کے حوالے سے مولانا مودودی لکھتے ہیں:

''شخصی ملکیت کا حق صرف انہی اشیاء کی ملکیت کا حق نہیں جنہیں آدمی خود استعمال کرتا ہے، مثلاً کپڑے، برتن، فرنیچر، مکان، سواری، مویشی وغیرہ۔بلکہ ان اشیاء کی ملکیت کا حق بھی جن سے آدمی مختلف قسم کی اشیاء ضرورت پیدا کرتا ہے تاکہ انہیں دوسروں کے ہاتھ فروخت کرے، مثلاً مشین، آلات، زمین، خام مواد وغیرہ۔پہلی قسم کی چیزوں پر تو بلا نزاع ہر نظام میں انفرادی حقوقِ ملکیت تسلیم کیے جاتے ہیں لیکن دوسری قسم کی اشیاء یعنی ذرائع پیداوار کے معاملہ میں اُٹھ کھڑی ہوئی ہے کہ آیا ان پر بھی انفرادی ملکیت کا حق جائز ہے یا نہیں، نظامِ سرمایہ داری کی اولین امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اس حق کو تسلیم کرتا ہے بلکہ در حقیقت یہی حق اس نظام کا سنگِ بنیاد ہے''۔[2]

زمین کی ملکیت اور شخصی ملکیت سے متعلق سیّد مودودی مزید لکھتے ہیں:

''اسلام تمام دوسری ملکیتوں کی طرح زمین پر انسان کی شخصی ملکیت تسلیم کرتا ہے جتنی قانونی شکلیں ایک چیز پر کسی شخص کی ملکیت قائم وثابت ہونے کے لیے مقرر ہیں ان ساری شکلوں کے مطابق زمین بھی اسی طرح ایک آدمی کی ملکیت ہو سکتی ہے جس طرح کوئی دوسری چیز۔اس کے لیے کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ایک گز مربع سے لے کر ہزار ہا ایکڑ تک خواہ کتنی ہی زمین ہو، اگر کسی قانونی صورت سے آدمی کی ملک میں آئی ہے تو بہر حال وہ اس کی جائز ملک ہے، اس کے لیے خود کاشت کرنے کی قید بھی نہیں ہے، جس طرح مکان اور فرنیچر کرائے پر دیا جا سکتا ہے اور تجارت میں شرکت کی جا سکتی ہے۔اسی طرح زمین بھی کرائے پر دی جا سکتی ہے، اور اس میں شرکت کے اصول پر زراعت ہو سکتی ہے۔بلا کرایہ کوئی شخص کسی کو دے، یا بٹائی لیے بغیر کسی کو اپنی زمین میں کاشت کر لینے دے تو یہ صدقہ ہے، مگر کرایہ و لگان یا بٹائی پر معاملہ طے کرنا ویسا ہی ایک جائز فعل ہے جیسے تجارت میں حصہ داری یا کسی دوسری چیز کو کرایہ پر دینا۔رہن نظام جاگیرداری کی وہ خرابیاں جو ہمارے ہاں پائی جاتی ہیں، تو نہ وہ خالص زمینداری کی پیداوار ہیں اور نہ ان کا علاج یہ ہے کہ سرے سے زمین کی شخصی ملکیت ہی اُڑا دی جائے، یا اس پر مصنوعی حد بندیاں عائد کی جائیں جو زرعی اصلاحات کے نام سے آج کل کے نیم حکیم تجویز کر رہے ہیں۔بلکہ اسلامی اصول پر ان کا علاج یہ ہے:

(۱) زمین کی خرید وفروخت پر سے تمام پابندیاں اُٹھا دی جائیں اور اس کا لین دین بالکل اسی طرح کھلے طور پر ہو جس طرح دنیا کی دوسری چیزوں کا ہوتا ہے۔

(۲) زراعت پیشہ اور غیر زراعت پیشہ طبقوں کی مستقل تفریق ہر شکل اور ہر حیثیت سے قطعی ختم کر دی جائے۔

---

[1] نجات اللہ صدیقی، ڈاکٹر محمد، ''اسلام کا نظریہ ملکیت''، ج:۱، ص:۹۳

[2] مودودی، سیّد ابوالاعلیٰ، ''اسلام اور جدید معاشی نظریات''، اسلامک پبلی کیشنز۔لاہور، ص:۲۱

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

(۳) وہ مخصوص امتیازی حقوق بھی ازروئے قانون منسوخ کردیئے جائیں جو ہماری زندگی میں مالکان زمین کو حاصل ہیں۔

(۴) مالک زمین اور کاشتکار کے درمیان حقوق وفرائض ازروئے قانون مقرر کردیئے جائیں اور ان مقرر حقوق کے ماسوا کسی دوسری قسم کے حقوق مالکانِ زمین کو اپنے مزارعین پر حاصل نہ ہوں۔

(۵) زمینداری کی واحد صورت صرف یہ باقی رہنے دی جائے کہ مالک زمین اور مزارع کے درمیان تجارت کے شریکوں جیسا تعلق ہو، اس سے گزر کر جو زمینداری آلۂ ظلم بن جائے، یا ریاست کے اندر ایک ریاست کی شکل اختیار کرجائے، یا جسے ناجائز طریقوں سے سیاسی اقتدار حاصل کرنے کا ذریعہ بنالیا جائے، وہ چونکہ جائز زمینداری کی تعریف سے خارج ہے اس لیے اسے شخصی ملکیت کا وہ تحفظ حاصل نہ ہو جو صرف جائز زمیندار کا حق ہے۔

(۶) میراث کے معاملہ میں تمام رسوم جاہلیت کا خاتمہ کردیا جائے۔ زمینداروں کی موجودہ املاک شرعی طریقے پر ان کے زندی وارثوں کے درمیان تقسیم کردی جائیں اور آئندہ کے لیے زرعی جائیدادوں کے معاملہ میں اسلام کا قانونِ میراث ٹھیک ٹھیک نافذ کیا جائے۔

(۷) زمین بے کار ڈال رکھنے پر پابندی عائد کردی جائے، مثلاً یہ کہ جو زمینیں حکومت نے کسی کو بلا معاوضہ دی ہوں وہ اگر تین سال سے زیادہ مدت تک بے کار ڈال رکھی جائیں گی تو عطیہ منسوخ ہو جائے گا۔ اور جو زر خرید زمینیں افتادہ چھوڑ رکھی جائیں گی ان پر ایک خاص مدت کے بعد ٹیکس لگادیا جائے گا۔

(۸) زمینداروں اور کاشت کاروں سے ان کی پیداوار کا ایک مخصوص حصہ ان مقاصد کے لیے الگ لے لیا جائے۔

(۹) نئے سائنٹفک طریقوں سے اگر بڑے پیمانے کی کاشت کرنی ہو، اس کے لیے امداد باہمی کے ایسے ادارے قائم کیے جائیں جن میں چھوٹے چھوٹے مالکانِ زمین اپنے مالکانہ حقوق قائم رکھتے ہوئے آپس کی رضامندی سے اپنی املاک کو ایک بڑے کھیت میں تبدیل کرلیں اور مل جُل کر ایک انجمن کی طرف اس کے کاروبار چلائیں''۔[1]

حق ملکیت کے اسلام میں جواز اور اس کی مختلف توجیہات کے بعد ضروری ہے کہ اُن عوامل کو تلاش کیا جائے جن کے ذریعے ایک شخص ملکیت کا حقدار ٹھہراتا ہے، وہ کون سے ضابطے اور قانونی پہلو ہیں جن پر عمل درآمد ہونے کے بعد ایک شخص یہ دعویٰ کرسکتا ہے کہ وہ ملکیت کے شرعی طریقوں پر عمل پیرا ہو کر ملکیت کا حقدار ہے۔ ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی حصول ملکیت کے شرعی طریقوں سے متعلق لکھتے ہیں:

ا۔ وہ مشترکہ یا اجتماعی اقسام دولت جو انفرادی ملکیت کے قابل نہیں قرار دی گئی ہیں، مثلاً دریا، پہاڑ، عام سڑکیں وغیرہ۔

۲۔ وہ حرام اشیاء جو کسی مسلمان کی ملک نہیں ہو سکتیں کیونکہ ان کا صرف کرنا یا ان کی لین دین ان پر حرام ہے، مثلاً شراب، سؤر اور اس کا گوشت وغیرہ۔ فقہائے اسلام نے حصولِ ملکیت کے شرعی طریقوں کو مختلف اسالیب پر مرتب کیا ہے:

(الف) مباح چیزوں پر قبضہ

(ب) معاہدات کے ذریعہ انتقالِ ملکیت

(ج) وراثت کے ذریعہ انتقالِ ملکیت

(د) ملکیت سے قدرتی طور پر حاصل ہونے والے ثمرات

مباح چیزوں پر قبضہ:

ایسی تمام اشیاء جو کسی کی ملک میں نہ ہوں اور جنہیں اسلامی قانون ذاتی ملکیت میں آنے کے قابل قرار دیتا ہو، انفرادی ملکیت میں لائی جاسکتی ہیں، بشرطیکہ ایسا کرنے میں ان خصوصی ضوابط کی بھی پابندی کی جائے جو مختلف اشیاء کو ذاتی ملک میں لانے کے بارے میں مقرر کیے گئے ہوں۔ بعض استثنائی حالات کو چھوڑ کر اس دفعہ کا اطلاق زیادہ تر احیاء اموات، شکار، اور شکار سے ملتے جلتے قبضہ ابتدائی پر ہوتا ہے، مستثنیٰ حالات میں حالتِ جنگ اور شدید اضطراری کیفیت شامل ہے، حالتِ جنگ میں اسلامی فوج کے سپاہی (مجاہد) کو اپنے مقتول کے جسم پر پائے جانے والے لباس، ہتھیار، وغیرہ پر قبضہ کرلینے کا اختیار دیا گیا ہے جسے سلب کہتے ہیں۔ ایک انسان جو بھوک، پیاس یا اسی طرح کی بنیادی ضرورت کے تحت ایسے شدید اضطرار میں مبتلا ہو کہ جان چلی جانے کا اندیشہ ہو اُسے آخری چارۂ کار

---

[1] مودودی، سیّد ابوالاعلیٰ، ''اسلام اور جدید معاشی نظریات''، ص: ۲۹، ۳۰

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

کے طور پر اپنی ضرورت کی ہر چیز کسی کے مال میں سے لے لینے کا حق دیا گیا ہے۔اسی طرح ایسی زمینیں جو نہ کسی کی ملک میں ہوں نہ کسی شہر یا گاؤں کے باشندے انہیں چراگاہ کے طور پر یا ایندھن حاصل کرنے کے لیے استعمال کرتے ہوں اور جو آبادی کی آخری حد سے کم از کم اتنے فاصلے پر واقع ہوں کہ ایک بلند آواز آدمی اگر وہاں کھڑا ہو کر پوری قوت سے چلائے تو بھی وہاں سنائی نہ دے۔

انتقالِ ملکیت بذریعہ معاہدہ:

حصولِ ملکیت کا دوسرا شرعی طریقہ کسی مملوکہ چیز کا شرعاً درست معاہدہ کے ذریعہ مالک سے دوسرے شخص کی طرف منتقل ہوتا ہے۔یہ انتقال بالعوض بھی ہو سکتا ہے اور بلا عوض بھی۔اس طرح کے انتقال ملکیت کی ایک عام شکل تجارتی سودے کی ہے جس کے ذریعہ کسی چیز کی ملکیت فروخت کنندہ سے خریدار کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔دوسری شکل ہبہ کی ہے،ایک فرد کو دوسرے فرد، ادارے یا ریاست کی جانب سے عطیہ مل سکتا ہے،اسی کی ایک شکل وصیت بھی ہے جس کے ذریعہ مالک کے مرنے کے بعد متعلقہ ملکیت اس شخص کی طرف منتقل ہو جاتی ہے جس کے حق میں وصیت کی گئی ہو۔وصیت کے علاوہ ایسے تمام معاہدوں میں طرفین کی رضامندی شرط ہے،لہٰذا ایسے تجارتی سودے، ہبہ یا وصیت کے سلسلہ میں اسلام نے مقرر کیے ہیں،ان ضابطوں کا منشا یہ ہے کہ معاملہ جبر واکراہ، دھوکہ فریب،اور ابہام ولاعلمی سے پاک ہو،اور کوئی فریق دوسرے کا استحصال نہ کرے،ایسے ضابطے مقرر کیے گئے ہیں کہ ایک فریق دوسرے فریق کے بھولے پن، کمزوری و بے بسی، شدتِ احتیاج اور ناواقفیت سے بے جا فائدہ نہ اُٹھا سکے۔بعض حالات میں انتقالِ ملکیت کا معاملہ جبراً بھی کرایا جا سکتا ہے،اس کی نمایاں ترین مثال حق شفعہ کی ہے،مالک اگر اپنی غیر منقولہ جائیداد مثلاً مکان، کھیت، باغ وغیرہ فروخت کر رہا ہو تو اس کی خریداری کا اولین حق شریک یا پڑوسی کو پہنچتا ہے۔وہ مالک کو مجبور کر سکتا ہے کہ اگر اسے جائیداد فروخت کرنا ہے تو دوسرے خریداروں پر اسے ترجیح دے،مالکی فقہ میں بعض منقولہ املاک کے سلسلہ میں بھی شفعہ کا حق تسلیم کیا گیا ہے،لیکن حنفی فقہ کے مطابق اس کا اطلاق صرف غیر منقولہ املاک پر ہوتا ہے،امام شافعی کے نزدیک یہ حق پڑوسی کو نہیں،صرف شریک کو پہنچتا ہے۔[1]

وراثت:

انتقالِ ملکیت کی ایک شکل خونی رشتہ کی بنا پر ملکیت کا ایک فرد سے دوسرے فرد کی طرف منتقل ہونا ہے۔انتقالِ ملکیت کی اس شکل کو پچھلی شکلوں سے ممتاز رکھنے والی چیز یہ ہے کہ اس میں مالک کی رضامندی شرط نہیں ہے۔یہ انتقال مالک کی مرضی سے قطع نظر بلکہ بعض اوقات اس کے علی الرغم شارع کے حکم کے تحت ہوتا ہے، جن کے پائے جانے پر مرنے والے کی ملکیت کے مقررہ حصے متعین افراد کو منتقل ہوں گے۔ضابطہ میراث کے مطابق ایک فرد کو اس کے ماں باپ اور دوسرے قریبی،عزہ کے انتقال پر ان کی ملکیت کا ایک حصہ مل جاتا ہے، مرنے والے کی ملکیت کی اس ضابطہ کے مطابق تقسیم لازمی ہے،اور بجز ایک تہائی ملکیت کی حد تک وصیت کا اختیار استعمال کرنے کے مالک اس میں کوئی ردّوبدل نہیں کر سکتا،بعض مغربی ممالک کے توریث اولاد اکبر کے قانون کے برخلاف یہ ضابطہ مرنے والے کی جائیداد کو عموماً متعدد افراد کے درمیان تقسیم کر دیتا ہے جس میں مرد اور عورت دونوں شامل ہوتے ہیں۔انفرادی ملکیت کی بقاء کے لیے ضروری ہے کہ مرنے والے کا ترکہ ریاست کو نہیں بلکہ افراد ہی کو منتقل ہو، وراثت کے ذریعہ بہت سے قابل کار افراد کو تعلیمی یا کاروباری زندگی کے آغاز ہی میں ایک سہارا مل جاتا ہے۔ایک کاروباری یا تاجر کی اولاد اور دوسرے متعلقین کو اس کی زندگی میں بھی اس کے کاروبار میں حصہ لینے کے زیادہ مواقع مل سکتے ہیں اور انہی لوگوں کو اس کی موت کے بعد اس کاروبار کے خود چلانے کا موقع بھی مل جاتا ہے۔

ثمراتِ ملکیت:

حصولِ ملکیت کا آخری ذریعہ ثمراتِ ملکیت ہیں۔اپنے باغ کے پھل، مویشی کی نسل،اور اس قسم کے دوسرے قدرتی ثمرات اصل مال کے مالک کی ملکیت میں داخل ہو جاتے ہیں۔یہ بات حق ملکیت کے لازمہ کی حیثیت رکھتی ہے کہ ثمراتِ ملکیت مالک ہی کا حق سمجھے جائیں، بالعموم ان ثمرات کے برآمد ہونے میں مالک کی محنت اور نگرانی کو بھی خاصا دخل ہوتا ہے،اسی وجہ سے حصولِ ملکیت کے اس ذریعہ کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔[2]

مالیات میں حق ملکیت اور حد ملکیت کی اسلام نے راہیں متعین کر دی ہیں، جن کے ذریعے بآسانی نہ صرف حلال روزگار اختیار کر کے زندگی گزاری جا سکتی ہے بلکہ حق ملکیت کا انتقال اور وراثت کے دیگر پہلوؤں کو بھی سمجھا جا سکتا ہے۔مولانا مودودی مالیات اور حق ملکیت سے متعلق لکھتے ہیں:

---

[1] نجات اللہ صدیقی، ڈاکٹر محمد، ''اسلام کا نظریہ ملکیت''، ج:۱،ص:۱۴۴

[2] نجات اللہ صدیقی، ڈاکٹر محمد، ''اسلام کا نظریہ ملکیت''، ج:۱،ص:۱۵۱

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

"مالیات میں اسلام افراد کے اس حق کو تسلیم کرتا ہے کہ ان کی آمدنیوں کا جو حصہ ان کی ضروریات سے بچ رہے، اسے جمع کریں یا دوسروں کو قرض دیں یا خود کسی کاروبار میں لگائیں یا کسی صنعت و تجارت میں اپنا سرمایہ دے کر اس کے نفع و نقصان میں حصہ دار بن جائیں، اگرچہ اسلام کی نگاہ میں پسندیدہ تو یہی ہے کہ لوگ اپنی فاضل آمدنیوں کو نیک کاموں میں خرچ کر دیا کریں، لیکن وہ مذکورہ بالا طریقوں کو بھی جائز رکھتا ہے بشرطیکہ وہ حسب ذیل قواعد کے پابند ہوں۔

(۱) جمع کرنے کی صورت میں وہ اس جمع شدہ دولت کا ڈھائی فیصد سالانہ حصہ لازماً ان کاموں کے لیے دیتے رہیں اور جب وہ مریں تو ان کا پورا سرمایہ اسلامی قانون میراث کے مطابق ان کے وارثوں میں تقسیم ہو جائے۔

(۲) قرض دینے کی صورت میں وہ صرف اپنا دیا ہوا سرمایہ ہی واپس لے سکتے ہیں، کسی حالت میں سود کے مستحق وہ نہیں ہیں، خواہ قرض لینے والے نے اپنے ذاتی مصارف میں صرف کرنے کے لیے قرض لیا ہو یا کسی صنعت و تجارت میں لگانے کے لیے، اسی طرح وہ اس امر کا حق بھی نہیں رکھتے کہ اگر اپنے دیئے ہوئے مال کی واپسی کا اطمینان کرنے کے لیے انہوں نے مدیون سے کوئی زمین یا جائیداد رہن کے طور پر لی ہو تو وہ اس سے کسی قسم کا فائدہ اٹھائیں، قرض پر فائدہ بہر حال سود ہے اور وہ کسی شکل میں بھی نہیں لیا جا سکتا، علی ہذاالقیاس یہ بھی جائز نہیں ہے کہ نقد خریداری کی صورت میں ایک مال کی قیمت کچھ ہو اور قرض پر خریدنے کی صورت میں اس سے زیادہ ہو۔

(۳) صنعت و تجارت یا زراعت میں براہِ راست خود سرمایہ لگانے کی صورت میں ان کو ان قواعد کا پابند ہونا پڑے گا۔

(۴) حصہ داری کی صورت میں ان کو لازماً نفع اور نقصان میں یکساں شریک ہونا پڑے گا، اور وہ ایک طے شدہ تناسب کے مطابق دونوں میں حصہ دار ہوں گے، شرکت کی کوئی ایسی صورت قانوناً جائز نہ ہو گی جس کی رو سے سرمایہ دینے والا صرف نفع میں شریک ہو، اور مقرر شرح منافع کا لازماً حق دار قرار پائے۔[1]

حد ملکیت کے بعض صورتیں ایسی ہیں جن کے ذریعے ملکیت تو ظاہر ہوتی ہے لیکن اسلام قطعی طور پر ایسی ملکیت کی نفی کرتا ہے اور پیش بندی کے ذریعے ان تمام پہلوئوں کی وضاحت کرتا ہے۔ سیّد ابوالا علیٰ مودودی ذرائع پیداوار کی تحدید سے متعلق لکھتے ہیں:

"اسلام اشیائِ استعمال اور ذرائع پیداوار کے درمیان اس طرح کا کوئی فرق تسلیم نہیں کرتا کہ ایک پر شخصی ملکیت جائز ہو اور دوسرے پر نہ ہو، اس کے نزدیک یہ بات بالکل جائز ہے کہ ایک آدمی دوسرے لوگوں کے لیے ان کی ضروریاتِ زندگی میں سے کوئی چیز تیار یا فراہم کرے اور اسے ان کے ہاتھ فروخت کرے، یہ کام وہ خود اپنے ہاتھ سے بھی کر سکتا ہے اور دوسروں سے اُجرت پر لے بھی سکتا ہے، ایسے سامان کی تیاری یا فراہمی میں وہ جس مواد خام کو جن آلات کو اور جس کارگاہ کو استعمال کرے، ان سب کا وہ مالک ہو سکتا ہے، یہ سب کچھ جس طرح صنعتی انقلاب کے دور سے پہلے جائز تھا اسی طرح اس دور میں بھی جائز ہے، مگر بے قید صنعت و تجارت نہ پہلے صحیح تھی اور نہ اب صحیح ہے، اسلامی اصولوں پر اسے حسبِ ذیل قواعد کا پابند بنانا ضروری تھا اور ہے:

(۱) کسی ایسی فنی ایجاد کو، جو انسانی طاقت کی جگہ مشینی طاقت سے کام لیتی ہو، صنعت و حرفت اور کاروبار میں استعمال کرنے کی اس وقت تک اجازت نہ دی جائے جب تک اس امر کا اچھی طرح جائزہ نہ لیا جائے کہ وہ کتنے انسانوں کی روزی پر اثر ڈالے گی، اور یہ اطمینان نہ کر لیا جائے کہ ان متاثر ہونے والے لوگوں کی معیشت کا کیا بندوبست ہو گا۔

(۲) اجیروں اور مستاجروں کے درمیان حقوق اور فرائض اور شرائطِ کار کا تفصیلی تعین تو بہر حال فریقین ہی کی باہمی قرار داد پر چھوڑا جائے گا، مگر ریاست اس معاملہ میں انصاف کے چند اصول لازماً طے کر دے مثلاً ایک کارکن کے لیے کم سے کم تنخواہ یا مزدوری کا معیار، زیادہ سے زیادہ اوقاتِ کار کی حد، بیماری کی حالت میں علاج کے اور جسمانی نقصان کی صورت میں تلافی کے اور ناقابل کار ہو جانے کی حالت میں پنشن کے کم از کم حقوق اور ایسے ہی دوسرے امور۔

(۳) اجیر و مستاجر کی نزاعات کا تصفیہ حکومت اپنے ذمہ لے اور اس کے لیے باہمی مفاہمت، ثالثی اور عدالت کا ایک ایسا ضابطہ مقرر کر دے جس کی وجہ سے ہڑتالوں اور دربندیوں (Lock Out) کی نوبت ہی نہ آنے پائے۔

(۴) کاروبار میں احتکار (Hoarding) سٹے (Speculation) تجارتی قمار بازی اور غائب سودوں کی قطعی ممانعت کر دی جائے اور ان تمام طریقوں کو از روئے قانون بند کیا جائے جن سے قیمتوں پر ایک مصنوعی آماس چڑھتا ہے۔

[1] مودودی، سیّد ابوالا علیٰ، "اسلام اور جدید معاشی نظریات"، ص: ۱۳۵

JAHAN-E-TAHQEEQ
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

(۵) پیداوار کو قصداً برباد کرنا جرم قرار دیا جائے۔

(۶) صنعت اور تجارت کا ہر شعبہ حتی الامکان مسابقت کے لیے کھلا رہے اور اجارہ داریوں سے کسی شخص یا گروہ کو ایسے امتیازی حقوق نہ مل جائیں جو دوسرے لوگوں کو حاصل نہ ہوں۔

(۷) ایسی صنعتوں اور تجارتوں کی اجازت نہ ہو جو عامۃ الناس کے اخلاق یا صحت پر بُرا اثر ڈالتی ہوں، اس طرح کی کوئی چیز اگر کسی پہلو سے ضروری ہو تو اس کی صنعت و تجارت پر تاوقت ضرورت پابندیاں عائد کی جائیں۔

(۸) حکومت نازی طریقہ پر صنعت و تجارت کو بالکل اپنے تسلط میں تو نہ لے، مگر رہنمائی اور توفیق کی خدمت لازماً انجام دیتی رہے تاکہ ملک کی صنعت و تجارت غلط راستوں پر بھی نہ جانے پائے، اور معاشی زندگی کے مختلف شعبوں میں ہم آہنگی بھی پیدا ہوسکے۔

(۹) اسلامی قانون میراث کے ذریعہ سے زمینداروں کی طرح صناعوں اور کاروباری لوگوں کی سمیٹی ہوئی دولت بھی پیہم تقسیم ہوتی رہے تاکہ مستقل دولت مند طبقہ نہ بننے پائیں۔

(۱۰) اہلِ زراعت کی طرح تاجروں اور صناعوں اور کاروباری لوگوں سے بھی ان کی آمدنیوں کا اک حصہ ان مقاصد کے لیے لازماً لے لیا جائے"۔[1]

قوانین ملکیت کو سمجھنے کے لیے پہلے اسلام کے ان اصولوں کی پاسداری کرنی ہوگی جن کے ذریعے معاشی استحصال کی روک تھام ممکن ہوتی ہے اور لوگ صحیح معنوں میں ایک دوسرے کے لیے نفع کا باعث بنتے ہیں۔اس حوالے سے سّید مودودی درج ذیل نقطہ نظر رکھتے ہیں:

اسلام اس بات کو اصولاً پسند نہیں کرتا کہ حکومت خود صناع یا تاجر یا زمیندار بنے۔اس کے نزدیک حکومت کا کام رہنمائی ہے، قیام عدل ہے، مفاسد کی روک تھام ہے، اور اجتماعی فلاح کی خدمت ہے، مگر سیاسی طاقت کے ساتھ سوداگری کو جمع کرنے کی قباحتیں اتنی زیادہ ہیں کہ وہ اس کے چند ظاہری فوائد کی خاطر ان کو گوارا کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔وہ صرف ایسی صنعتوں اور ایسے کاروبار کو حکومت کے انتظام میں چلانا جائز رکھتا ہے جو قومی زندگی کے لیے ضروری تو ہوں، مگر یا تو افراد انہیں چلانے کے لیے خود تیار نہ ہوں، یا انفرادی ہاتھوں میں ان کا رہنا فی الواقع اجتماعی مفاد کے لیے نقصان دہ ہو۔اس قسم کے کاموں کے ماسوا دوسرے صنعتی و تجارتی کام اگر ملک کی ترقی و بہبود کی خاطر حکومت خود شروع کرے بھی تو اس کی کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ایک خاص حد تک کامیابی کے ساتھ چلانے کے بعد وہ اس کاروبار کو انفرادی ہاتھوں میں منتقل کردے۔یہ حدود و ضوابط اور یہ اصلاحی تدبیریں اگر معیشت کے ان سات فطری اصولوں کے ساتھ جمع کر دی جائیں تو اس سے جاگیرداری و سرمایہ داری کی تمام خرابیوں کا سدباب ہو جاتا ہے، اور ایک ایسا متوازن نظام معیشت بن جاتا ہے جس میں انفرادی آزادی اور اجتماعی فلاح دونوں ٹھیک ٹھیک عدل کے ساتھ سموئے جا سکتے ہیں، بغیر اس کے کہ موجودہ صنعتی انقلاب کی رفتار ترقی میں ذرہ بھر بھی خلل آنے پائے۔

اس متوازن معیشت کے بنیادی ارکان چار ہیں:

۱۔آزاد معیشت چند قانونی اور انتظامی حدود و قیود کے اندر

۲۔زکوۃ کی فرضیت ۳۔قانونِ میراث ۴۔سود کی حرمت

ان میں سے پہلے رکن کو کم از کم اصولی طور پر وہ سب لوگ اب درست تسلیم کرنے لگے ہیں جن کے سامنے بے قید سرمایہ داری کی قباحتیں اور اشتراکیت وفاشیت کی شناعتیں بے نقاب ہو چکی ہیں۔دوسرے رکن کی اہمیت اب بڑی حد تک دنیا کے سامنے واضح ہو چکی ہے، کسی صاحب نظر سے یہ بات مخفی نہیں رہی ہے کہ اشتراکیت، فاشزم اور سرمایہ دارانہ جمہوریت، تینوں نے اب تک سوشل انشورنس کا جو وسیع نظام سوچا ہے، زکوۃ اس سے بہت زیادہ وسیع پیمانے پر اجتماعی انشورنس کا انتظام کرتی ہے، لیکن یہاں بھی کچھ الجھنیں زکوۃ کے تفصیلی احکام معلوم نہ ہونے کی وجہ سے پیش آتی ہیں اور لوگوں کے لیے یہ بات سمجھنی بھی مشکل ہو رہی ہے کہ ایک جدید ریاست کے مالیات میں زکوۃ و خمس کو کس طرح نصب کیا جا سکتا ہے۔

تیسرے رکن کے بارے میں اسلام نے تمام دنیا کے قوانینِ وراثت سے ہٹ کر جو مسلک اختیار کیا ہے، پہلے اس کی حکمتوں سے بکثرت لوگ ناواقف تھے اور طرح طرح کے اعتراضات اس پر کرتے تھے، لیکن اب بتدریج ساری دنیا اس کی طرف رجوع کرتی جا رہی ہے، حتی کہ روسی اشتراکیت کو بھی اس کی خوشہ چینی کرنی پڑی ہے۔

[1] مودودی، سیّدابوالاعلیٰ، "اسلام اور جدید معاشی نظریات"، ص: ۱۳۲، ۱۳۳

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.6 No.4 2023

نقشے کے چوتھے رکن کو سمجھنے میں موجودہ زمانے کے لوگوں کو سخت مشکل پیش آرہی ہے، بورژوا علمِ معیشت نے پچھلی صدیوں میں یہ تخیل بڑی گہری جڑوں کے ساتھ جمادیا ہے کہ سود کی حرمت محض ایک جذباتی چیز ہے، اور یہ کہ بلا سود کسی شخص کو قرض دینا محض ایک اخلاقی رعایت ہے، جس کا مطالبہ مذہب نے خواہ مخواہ اس قدر مبالغہ کے ساتھ کر دیا ہے ورنہ منطقی حیثیت سے سود سراسر ایک معقول چیز ہے اور معاشی حیثیت سے وہ صرف نا قابل اعتراض ہی نہیں بلکہ عملاً مفید اور ضروری بھی ہے۔ اس غلط نظریہ اور اس کی اس پُرزور تبلیغ کا اثر یہ ہے کہ جدید نظامِ سرمایہ داری کے تمام عیوب پر تو دنیا بھر کے ناقدین کی نگاہ پڑتی ہے مگر اس سب سے بڑے بنیادی عیب پر کسی کی نگاہ نہیں پڑتی، حتی کہ روس کے اشتراکی بھی اپنی مملکت میں سرمایہ داری نظام کی اس ام الخبائث کو برطانیہ اور امریکہ ہی کی طرح پرورش کر رہے ہیں، اور حد یہ ہے کہ خود مسلمان بھی جن کو دنیا میں سود کا سب سے بڑا دشمن ہونا چاہیے، مغرب کے اس گمراہ کن پروپیگنڈا سے بری طرح متاثر ہو چکے ہیں۔ ہمارے شکست خوردہ اہلِ مذہب میں یہ عام غلط فہمی پھیل گئی ہے کہ سود کوئی قابلِ اعتراض چیز اگر ہے بھی تو صرف اس صورت میں جبکہ وہ ان لوگوں سے وصول کیا جائے جو اپنی ذاتی ضروریات پر خرچ کرنے کے لیے قرض لیتے ہیں، رہے وہ قرضے جو کاروبار میں لگانے کے لیے حاصل کیے گئے ہوں، تو ان پر سود کا لین دین سراسر جائز و معقول اور حلال وطیب ہے، اور اس میں دین، اخلاق، عقل اور اصولِ علم معیشت، کسی چیز کے اعتبار سے بھی کوئی قباحت نہیں ہے۔ اس پر مزید وہ خوش فہمیاں ہیں جن کی بنا پر قدیم طرز کے بنیوں اور ساہو کاروں کی سود خوری سے موجودہ زمانہ کے بینکنگ کو ایک مختلف چیز سمجھا جاتا ہے اور خیال کیا جاتا ہے کہ ان بینکوں کا ستھرا کاروبار تو بالکل ایک پاکیزہ چیز ہے جس سے ہر قسم کا تعلق رکھا جا سکتا ہے۔ ان تمام مغالطوں کے چکر سے جو لوگ نکل گئے ہیں وہ بھی یہ سمجھنے میں مشکل محسوس کر رہے ہیں کہ سود کو قانوناً بند کر دینے کے بعد موجودہ زمانہ میں مالیات کا نظم کس طرح قائم ہو سکتا ہے"۔[1]

جس انداز سے اسلامی قوانین میں مال سے متمتع ہونے کا طریقہ بتایا اور سمجھایا گیا ہے اسی طریقے پر عمل پیرا ہونے کی صورت میں نہ صرف وہ کاروبار اور ملکیت جائز تصور ہو گی بلکہ حق ملکیت کے منتقل ہونے کے ذرائع اور طریقے بھی آسان سے آسان تر ہوں گے، اس کے برعکس اگر حدود و قیود سے نکل کر ملکیت کا دعویٰ کیا جائے گا تو نہ صرف وہ ردّ ہو گا بلکہ معاشرتی فساد کا باعث بنے گا اور اس کی کوئی اسلامی، اخلاقی اور قانونی حیثیت متصور نہ ہو گی۔

---

[1] مودودی، سیّد ابوالاعلیٰ، "اسلام اور جدید معاشی نظریات"، ص: ۱۴۰، ۱۴۱